© rasailojaraid.com

مولانا برہان الدین سنبھلی

قسط دوم

شاہ ولی اللہ کا قرآن مجید کی تعلیم

اور

تفہیم میں حصہ

(ایک مختصر و محدود دائرہ)

قرآن حکیم کے ان علوم خمسہ میں غالباً سب سے زیادہ اہم علم "علم مخاصمہ" ہے کہ اسی پر فرق باطلہ کے عقائد کی تردید اور صحیح عقیدہ کا اثبات موقوف ہے۔ یہ موضوع بظاہر اگرچہ عام اور ہمیشہ سے علماء و مصلحین کے زیر بحث رہا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس میں بھی شاہ صاحب کی انفرادیت و عبقریت نمایاں اور ان کی روش دوسروں سے ممتاز نظر آتی ہے توحید و شرک کے حدود و فروق پر اگرچہ شاہ صاحب کے پیش رو بہت سے متاخرین علماء نے بھی کلام کیا ہے۔ اور بعض کا تو خاص موضوع یہی رہا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ شاہ صاحب کے بیان سے توحید و شرک کی حقیقت جس طرح منقح ہو کر سامنے آئی ہے اور کسی عالم کے بیان سے اس سے پہلے نہیں آئی۔

الفوز الکبیر میں تو یہ بحث مختصر گویا اجمالی اشارات کے انداز میں ملتی ہے۔ مگر اس کی پوری توضیح و تفصیل خود شاہ صاحب نے ہی حجۃ اللہ کے مباحث توحید و شرک میں کر دی ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ اسی بحث کو پیش کرنا مقصود ہے۔

شاہ صاحب نے توحید کے چار مراتب قرار دیئے ہیں۔

(۱) خداوند تعالیٰ کا وجود ہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا نہیں ہے۔

(۲) آسمان و زمین نیز تمام بنیادی مادوں (جواہر) کی تخلیق بھی تنہا اسی ایک ذات نے کی ہے۔

(۳) زمین و آسمان کے درمیان (پورے عالم میں) جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ بھی تنہا اسی کے ارادۂ قدرت سے ہوتا ہے جسے وہ "تدبیر السموات والارض وما بینہما" سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴) عبادت (غایت درجہ تعظیم) کا خداوند تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی مستحق نہیں ہے۔

شاہ صاحب نے دلائل کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ قرآن نے جن کو مشرک قرار دیا ہے۔ یعنی مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو پہلے دو مرتبوں میں شرک کرتا ہو۔ کیونکہ خود قرآن مجید نے اس بارے میں صراحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ہے کہ مشرکین بھی پہلے دو مرتبوں میں کسی کو خدا کا شریک نہیں مانتے تھے بلکہ تنہا خداوند تعالیٰ ہی کی ذات میں ان صفات کو منحصر سمجھتے تھے مثلاً قرآن نے کہا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یا وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

بلکہ شاہ صاحب تو اس سے آگے بڑھ کر یہ بات بھی بڑے جزم سے فرماتے ہیں کہ ان دو مرتبوں کو آسمانی کتابوں میں زیر بحث لایا ہی نہیں گیا ہے۔ کیونکہ گذشتہ زمانہ میں بھی سب کے یہاں جب یہ تسلیم شدہ حقیقت تھی تو پھر اسے ثابت کرنے یا اس کو منوانے کی غرض سے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

وھاتان المرتبتان لم تبحث الکتب الالٰھیۃ ولم یخالف فیہما مشرکوالعرب ولا الیھود ولا النصاری بل القرآن ناص علیٰ انھما من القدمات المسلمۃ عندھم (حجۃ اللہ ص ۵۹ ج ۱)

البتہ بعد کے دو مرتبوں میں تدبیر و عبادت میں وہ لوگ شرک کرتے تھے۔ اور وہ قیاس الغائب علی الشاہد کے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح دنیا کا کوئی شہنشاہ اپنے کسی خادم یا ملازم کو اس کی اطاعت اور حسن کارکردگی پر خوش ہو کر کسی علاقے کا خود مختار حکمران بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ شہنشاہ اس علاقے کے جزوی معاملات میں عموماً دخل نہیں دیا کرتا (اگرچہ دے سکتا ہے) اسی طرح خداوند تعالیٰ نے بھی اپنے بعض بندوں کو ان کی اطاعت و عبادت سے بہت زیادہ خوش ہو کر بعض تکوینی معاملات میں خدائی اختیارات دے دئے ہیں۔ اب وہ بندے اس محدود دائرہ میں خود مختار ہیں۔ اور وہ اسی طرح تصرف کرنے کے خدا کی طرف سے عطا کردہ اختیارات کی بنا پر قادر ہو گئے ہیں جیسا کہ بڑے پیمانہ پر خود اللہ تعالیٰ ہے۔ شاہ صاحب نے اس کے لئے "کن فیکونی قدرت" کی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔ یعنی ان مزعومہ خدائی اختیار رکھنے والے، افراد کے محض ارادہ یا مجرد راضی ہونے (یا ناراض ہونے سے بھی) بغیر کسی عادی و ظاہری سبب کے اختیار کئے ہوئے تکلیف و حوادث اور خوش کن واقعات وجود میں آجاتے یا آسکتے ہیں۔ اسی عقیدہ کی بنا پر انہیں راضی رکھنے اور ان کی ناراضگی سے بچنے کے لئے بزعم خویش، مشرکین ان کی عبادت کرتے اور ان سے استعانت، اسباب و وسائل کے بغیر کام بنانے کی قدرت مان کر مدد طلب کرتے ہیں (استعانہ درامور ضروریہ بقدرہ "کن فیکون" ایشاں تجویز می نمودند (الفوز الکبیر)

دراصل تدبیر و عبادت لازم و ملزوم ہیں جو بھی خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی کو مدبر (یعنی کن فیکونی قدرت کا مالک) مانے گا وہ ضرور اسے راضی رکھنے کے لئے اس کی غایت درجہ تعظیم جس کا معروف نام عبادۃ ہے کرے گا۔ پھر اسی سے استعانت کرے گا۔ یہیں سے ایاک نعبد و ایاک نستعین میں بیان کردہ استعانت و عبادۃ کا تلازم اور خداوند تعالیٰ ہی کی ذات میں دونوں کے انحصار کی وجہ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

شاہ صاحب نے یہیں پر بزرگ پرستی سے بت پرستی کی طرف ترقی کی بھی بہت حکیمانہ توجیہ ذکر فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ جب مشرکین نے کچھ لوگوں کو الوہی اختیارات کا مالک سمجھ لیا تو ان کی یادگار کے لئے انہیں کے ناموں پہ پتھر وغیرہ کے بت بھی بنالئے۔ ابتداءً بتوں کو صرف قبلۂ توجہ سمجھا گیا۔ پھر رفتہ رفتہ بعد کی نسلوں نے فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے پتھر کی مورتیوں کو ہی اصلی معبود قرار دے دیا۔

فنحتوا علی اسماءھم احجارا وجعلوھا قبلۃ عند توجہھم الی ھؤلاء فخلف من بعدھم خلف فلم یفطنوا للفرق بین الاصنام وبین من ھی علی صورۃ فظنوھا معبودات باعیانھا (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۹/۱)

شرک وتشبیہ کی بحث کے دوران شاہ صاحب نے اپنی اسی مختصر کتاب "الفوزالکبیر" میں یہود ونصاریٰ، ستارہ پرستوں وغیرہ کی بنیادی فکری غلطیوں کی نشاندہی میں بڑی ہی دقت نظری اور وسعت مطالعہ کا ثبوت دیا ہے۔ یہ پوری بحث اس لائق تھی کہ یہاں پیش کی جاتی مگر قلت وقت اور مقالہ کا حجم نیز آپ حضرات کے اوقات کی گراں قدری مزید گفتگو سے مانع ہے۔

قرآن فہمی میں مدد دینے والی ایک حد تک بلکہ بڑی حد تک ایک ضروری چیز آیات کا شانِ نزول بھی ہے۔ کیونکہ بہت سی آیات کا مطلب بغیر اس کے سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ مگر اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ عام کتب تفسیر میں اور اسی موضوع پر موجود متعدد مستقل کتابوں میں جس کثرت سے آیات کے شانِ نزول کا ذکر ملتا ہے اور جو بسا اوقات قرآن مجید کے صحیح مطالب تک رسائی کے لئے حجاب بن جاتا ہے۔ کیا وہ سب شانِ نزول بھی اسی قبیل کے ہیں کہ جن کے بغیر آیات کا مفہوم نہیں سمجھا جا سکتا؟ اور جب متعدد شانِ نزول بیان کئے گئے ہوں تو قاری کا ذہنی انتشار میں مبتلا ہونا طبعی ہے۔ تو کیا ان سب کا جاننا بھی قرآن فہمی کے لئے ضروری ہے؟ شاہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں ان سوالات کا جواب دینے اور اس الجھن کو رفع کرنے کے بڑے ہی کارگر طریقے بتا دئے ہیں۔ اور واضح کر دیا ہے کہ کتب تفسیر میں بیان ہونے والے تمام شانِ نزول یکساں نہیں ہیں۔ پھر اس سلسلے میں چند بہت ہی اہم اصولوں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ سب کا ذکر اس مختصر مقالہ میں ظاہر ہے کہ نہیں ہو سکتا۔ بس ایک کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

صحابہ اور تابعین عام طور پر جاہلیت کے زمانہ کی بعض عادات، یا مشرکین و یہود وغیرہ کے بعض واقعات بیان کرکے عموماً یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آیت کا اس بارے میں نزول ہوا تو مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بعینہ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد آیت اتری بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس جیسی صورتِ حال کے بارے میں اس آیت یا ان آیات سے راہنمائی ملتی ہے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے لئے ناسخ ومنسوخ آیات کی بحث بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اور اس بارے میں متقدمین ہی سے اختلافات چلے آ رہے ہیں۔ فی نفسہ نسخ واقع ہونے نہ ہونے سے لے کر آیات منسوخہ کی تعداد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک کے بارے میں اتنے زیادہ اختلافات کا ذکر کتب تفسیر میں ملتا ہے کہ عام قاری کا مشوش ہو جانا مستبعد نہیں مگر شاہ صاحب نے اس مشکل کو اس طرح حل فرما دیا ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ اختلافات کا مبنیٰ معلوم ہو جاتا ہے بلکہ اختلافات کی اہمیت اور اس کی وجہ سے پیدا ہو جانے والی الجھنیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک یہ اختلافات حقیقی نہیں بلکہ گویا لفظی یا یوں کہہ لیجئے کہ ناسخ و منسوخ اصطلاحات کے مختلف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت وہ اس طرح فرماتے ہیں کہ:۔

متقدمین کے نزدیک ایک آیت کا دوسری آیت سے ادنیٰ درجہ میں متاثر ہو جانا بھی (مثلاً عام کا خاص، یا مطلق کا مقید ہو جانا۔ بلکہ ایک آیت سے جو معنی متبادر ہو رہے ہیں اگر دوسری آیت سے صرف اس تبادر پر اثر پڑا تو بھی ان کے نزدیک) نسخ کہلاتا ہے۔ اس تعریف کی رو سے ان کے نزدیک آیاتِ منسوخہ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ لیکن متاخرین کے نزدیک کوئی آیت اسی وقت منسوخ کہلاتی ہے جب کہ اس کے اندر بیان کردہ حکم کو پوری طرح دوسری آیت تبدیل کر دیتی ہو۔ پھر اس میں بھی نقطۂ نظر کے فرق سے یہ اختلاف ہے کہ واقعتاً قرآن میں کوئی ایسی آیت کہ جس کا کوئی بھی اثر سوائے تلاوت کے مشروع ہونے کے باقی نہ رہا ہو۔ انہوں نے آیت منسوخہ کی قرآن مجید میں موجودگی سے انکار کر دیا۔ لیکن جنہوں نے یہ اصول طے کر لیا کہ متبادر طور پر مفہوم ہونے والا کسی آیت کا مرکزی حکم اگر دوسری آیت سے بدل گیا ہو تو وہ منسوخ کہی جائے گی۔ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ بعض آیات پر یہ بات صادق آ رہی ہے تو انہوں نے ایسی آیات کو منسوخ قرار دے دیا۔

شاہ صاحبؒ کا جو نقطۂ نظر الفوز الکبیر میں ظاہر ہو رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں منسوخ آیات کی تعداد کل پانچ ہے۔ مگر حکمت ولی اللہی کے ایک بہت بڑے عارف و شارح مولانا عبید اللہ سندھی کی تحقیق یہ ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک حقیقۃً ایک بھی آیت منسوخ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ان آیاتِ منسوخہ کو بھی غیر منسوخ قرار دیا ہے۔ جو اکثر و بیشتر علماء کے نزدیک منسوخ تھیں اور ایسی آیات کے منسوخ نہ ہونے کی توجیہ بیان کر دی ہے۔ جن کی توجیہ بہت مشکل تھی۔ موصوف کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ شاہ صاحب نے پانچ آیتوں کے منسوخ ہونے کی بات مصلحۃً بیان فرمائی ہے۔ (کہ معتزلہ سے تشابہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ کلیتہً انکار کرتے تھے) اور جن آیات کو شاہ صاحب نے منسوخ مانا ہے ان کے غیر منسوخ ہونے کی توجیہ بہت آسان ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آیت کی توجیہ مولانا سندھی نے ذکر بھی کی ہے[1] لیکن یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی شاید بے محل نہ ہو گا کہ جن علماء نے قرآن مجید کی آیات کے منسوخ ہونے کا انکار کیا ہے وہ اس لئے نہیں کیا کہ نسخ، ماننا کوئی عیب یا نقص کی بات ہے

---

[1] "الفرقان" شاہ ولی نمبر ص ۲۵۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ آج کل بہت سے متنورین خیال کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک نسخ کی تعریف جب متحقق ہی نہیں ہوئی تو منسوخ آیات کے وجود سے انکار کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔

آخر میں جلیل القدر علماء اور فضلاء کے اس مجمع میں اپنی معروضات پیش کرنے کی جسارت اور حسنِ استماع پر پیش کرتے ہوئے ایک دلی خلش کا اظہار کر دینے کی بھی جرأت کر رہا ہوں وہ یہ کہ ہم سب کو بالخصوص آپ جیسے فضلاء و مفکرین اور ممتاز تعلیمی اداروں کے ذمہ داروں کو اس حقیقت (جو اگرچہ بہت تلخ ہے مگر اس کا انکار بداہیت کا انکار ہوگا) پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ کہ عرصہ سے ہماری ممتاز درس گاہیں بھی ایسے فضلاء تیار کرنے سے کیوں قاصر نظر آ رہی ہیں جو شاہ صاحب جیسی کسی کتاب کا پیش کرنا تو در کنار، ان کی کتابوں کو پورے طور پر سمجھنے کے بھی لائق ہوں اور میری تلخ نوائی کو معاف کیا جائے تو یہ بھی عرض کر دوں کہ موجودہ دور میں فارغ ہو کر نکلنے والے فضلاء کی اکثریت رازی و بیضاوی ہی کی نہیں ابن ہمام اور آلوسی کی کتابوں کے پوری طور سمجھنے میں بھی سخت مشکلات محسوس کرتی ہے اور اسی وجہ سے ان کے مطالعہ سے گریزاں نظر آتی ہے۔ اور اب بات مشکل مضامین ہی کی نہیں آسان مضامین کے بھی ایسی کتابوں سے اخذ کرنے کی صلاحیت سے بالکلیۃ نہیں تو بڑی حد تک محرومی کے خطرہ تک جا پہنچی ہے۔ جو آسان بلکہ دلچسپ نہ ہوں۔ حالاں کہ ہمارے فضلاء ہی اسلاف کے سرمایہ کو خواہ وہ کیسے ہی مشکل اور غیر دلچسپ زبان و اسلوب میں ہو۔ آسان اور دلنشین پیرایہ میں منتقل کر کے عوام کے قابلِ استفادہ بنانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر یہ کام مدارس کے فضلاء بھی نہیں کر سکے تو پھر کون ہے جو اس کا اہل ثابت ہوگا۔ اس طرح اپنی تاریخ مجید ہی سے نہیں اسلاف کے گراں قدر ذخیرہ سے محرومی اور اس کے نتیجہ میں عظیم خسارہ سے دوچار ہونے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہمارے لئے نہ رہ جائے گا اور شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ کہ ترکی میں رسم الخط کے بدلنے سے اچانک جس خسارہ سے پوری قوم دوچار ہو گئی۔ ہماری علمی نسل رفتہ رفتہ چھوٹے پیمانہ پر اسی میں مبتلا ہوتی جا رہی ہے بلکہ معتدبہ حد تک ہو بھی چکی ہے۔

آج جب کہ ہم مدارس کے نظام و نصاب تدریس کے بارے میں غور و فکر کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں تو اس اہم مسئلہ پر غور کرنا ناچیز کے خیال میں اولین درجہ پر ضروری ہے۔ اور اگر ہم اس کا حل تلاش کرنے اور "سہل پسندی" کی عام بیماری کا علاج دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تنہا یہی کام ہمارے اجتماع کی عظیم کامیابی قرار پانے کا یقیناً مستحق ہوگا۔

اللھم وفقنا لما تحبہ و ترضاہ وسدد،
خطانا واھدنا الی سواء الصراط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

"ولباس التقویٰ ذٰلک خیر"

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

© rasailojaraid.com